ٹیلیفون نمبر ۹۱ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۵ ۔

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل قادیان

خطبہ نمبر ۳۹

ایڈیٹر غلام نبی — یوم جمعہ — قیمت تین پیسے

جلد ۲۹ | ۱۲ ۔ ماہ نبوت ھ۱۳۲۰ش | ۲۱ ۔ ماہ شوال سنہ ۱۳۶۰ھ | ۱۲ ۔ ماہ نومبر سنہ ۱۹۴۱ء | نمبر ۲۵۷

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۰ ۔ ماہ نبوت ھ۱۳۲۰ش ۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق آج پانچ بجے شام کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے ۔ کہ حضور کو نزلہ اور کھانسی کی شکایت ہے ۔ احباب حضور کی صحت کے لئے دعا فرمائیں ۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت آج چوتھا نفلی روزہ رکھا گیا ۔ پانچواں روزہ انشاءاللہ تعالیٰ ۱۳ ۔ نبوت بروز جمعرات رکھا جائیگا ۔ بیرونی جماعتوں کو بھی اس بارہ میں خاص طور پر تعہد سے کام لینا چاہیئے ۔ اور موجودہ نازک ایام میں اللہ تعالیٰ سے بکثرت دعائیں کرنی چاہئیں ۔

میاں احمد بخش صاحب امام مسجد تلونڈی جھنگلاں کا انتقال ہو گیا ۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے ۔ جنازہ یہاں لایا گیا ۔ جو حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے پڑھایا اور مرحوم بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے ۔

خطبہ جمعہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر کام خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ قانون کے ماتحت اچھا یا بُرا بنتا ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۳۱ ۔ ماہ اخاء ھ۱۳۲۰ش مطابق ۳۱ ۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء

مرتبہ ۔ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-
اللہ تعالیٰ کی دو صفات

محی اور ممیت

ہیں ۔ وہ زندہ بھی کرتا ہے ۔ اور مارتا بھی ہے ۔ اس کے زندہ کرنے کا ثبوت تو وہ ہزاروں لاکھوں بچے ہیں ۔ جو روزانہ دنیا میں پیدا ہوتے ہیں ۔ اور ایسے حالات میں پیدا ہوتے ہیں ۔ جو انسان کے اختیارات سے باہر ہوتے ہیں ۔ اور ایسے حالات میں سے گزر کر بڑھتے ہیں ۔ کہ اگر کسی بالا ہستی کا اثر نہ ہو ۔ تو ان کے بڑھنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی ۔

ایک جانور کا بچہ صرف چند دن میں ہی اپنی ضرورتوں کو خود پورا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے ۔ چڑیوں کے بچے ایک یا ڈیڑھ ہفتہ میں اڑنے لگ جاتے ہیں ۔ مرغیوں کے بچے تین چار ہفتہ میں اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے لگ جاتے ہیں ۔ چوپایوں کے بچے پیدا ہوتے ہی تھوڑی دیر میں دوڑنے کودنے لگ جاتے ہیں ۔ مگر

انسان کا بچہ

چھ چھ سات سات مہینے بلکہ بعض دفعہ نو نو ماہ تک گودی میں اٹھائے رکھنے کے قابل ہوتا ہے ۔ اور بعض اوقات تو چھ سات آٹھ بلکہ نو مہینہ تک وہ گھٹنوں کے بل چلنے کے بھی قابل نہیں ہوتا ۔ پھر اس کی غذا جس سے وہ پرورش پا سکتا ہے اس کی ماں کی چھاتیوں میں ہوتی ہے ۔ کہیں دو تین سال میں جا کر وہ دانت نکالتا ہے ۔ ایسے بچے بھی ہوتے ہیں ۔ جو چھ یا سات مہینہ میں اپنے دانت نکال لیتے یا نکالنے شروع کر دیتے ہیں ۔ مگر بالعموم ایسے دانت جن سے بچہ کسی قدر غذا حاصل کر سکتا ہے ۔ وہ ڈیڑھ دو بلکہ اڑھائی سال کے بعد مکمل ہوتے ہیں اتنے لمبے عرصہ تک اپنی جان کو وقف سا

میں ڈال کر ایک عورت جو اپنے بچہ کی خدمت کرتی ہے ۔ یہ بغیر اس کے کبھی ممکن ہی نہیں تھا ۔ جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے دل میں

پرورش کا خیال

اور بچہ کی محبت پیدا نہ کر دی جاتی ۔ یہ مت خیال کرو ۔ کہ صرف ماں ہونا ہی اس محبت کا موجب ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ ماں کے جذبات اس کے اپنے اختیار کی چیز نہیں ہوتے ۔ اور اختیاری چیز ہی کسی انسان کی طرف منسوب کی جا سکتی ہے ۔ جو چیز کسی انسان کے اختیار کی نہیں ۔ وہ اس کی طرف منسوب کس طرح کی جا سکتی ہے ۔ وہ تو لازماً کسی اور ہستی کی طرف منسوب کرنی پڑے گی ۔ اور وہ ہستی

اللہ تعالیٰ کی ہی ہے

جس نے ماں کے دل میں اپنے بچوں کی محبت پیدا کی ۔ اور اسے پیدائش اور پرورش کی تکالیف برداشت کرنے کی طاقت دی ۔ چنانچہ سالہا سال تک وہ اپنے بچوں کو پالتی رہتی ہے ۔ پہلے نو ماہ تو وہ اپنے بچہ کو پیٹ میں اٹھاتی ہے پھر دو سال اسے گود میں اٹھاتی ہے گویا اوسطاً اڑھائی سال تک ماں اپنے بچہ کے لئے ہی ہو رہتی ہے ۔ تب کہیں وہ پرورش پاتا ہے ۔ مگر اس کے بعد وہ فارغ نہیں ہو جاتی ۔ بلکہ بالعموم اس وقت ایک دوسرے بچہ کی آمد شروع ہو جاتی ہے ۔ اور اس طرح اپنی

زندگی کا بہترین حصہ

عورت اپنے بچوں کی پرورش میں لگا دیتی ہے ۔

پس یہ جذبہ محبت جو ہر عورت کے دل میں اپنے بچوں کے متعلق پایا جاتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی پیدا کیا گیا ہے ۔ ورنہ اتنی محنت کی برداشت انسانی عقل کے ماتحت نہیں ہو سکتی تھی ۔ اگر خدا تعالیٰ یہ

جذبات ماں کے دل میں

پیدا نہ کرتا ۔ تو آہستہ آہستہ فلسفہ اور عقل کے ماتحت یا تو انسان اولاد پیدا کرنا ہی بند کر دیتے اور یا پھر ان کی پرورش کی طرف سے اپنی توجہ کلیۃً ہٹا لیتے ۔

پھر خدا تعالیٰ کے

مُمیت ہونے کا نظارہ

بھی روزانہ نظر آتا ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں سینکڑوں آدمی روزانہ مرتے ہیں۔ چنانچہ کسی سڑک پر چلے جاؤ تمہیں جنازے گزرتے دکھائی دیں گے۔ چھوٹے قصبات میں بھی پانچویں دسویں کوئی نہ کوئی موت ہوتی رہتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں بھی سال میں دو تین موتیں ہو جاتی ہیں۔ پس موت کا یہ نظارہ بھی ہمیں کثرت سے دنیا میں نظر آتا ہے۔

غرض خدا کی یہ دونوں صفات کہ وہ محی بھی ہے۔ اور ممیت بھی ہے۔ اس رنگ میں لوگوں کے سامنے آتی رہتی ہیں۔ کہ کوئی ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ حیات انسان کے لئے خوشی کا موجب ہوتی ہے۔ اور موت لوگوں کے لئے رنج کا موجب ہوتی ہے۔ دشمن کی بھی لاش پڑی ہوئی ہو تو سوائے کسی شقی القلب انسان کے دوسرے انسانوں کے دلوں میں رحم کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بیس بیس تیس تیس سال کی دشمنیاں اس وقت دلوں سے نکل جاتی ہیں۔ اور

دشمن کی لاش دیکھ کر

انسان کے دل میں سے اس وقت دعا ہی نکلتی ہے۔ یا اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے لئے دل میں رحم اور ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہر انسان جانتا ہے۔ کہ جو دن اس پر آیا ہے وہ مجھ پر بھی آنے والا ہے۔ جس طرح یہ اپنے عزیزوں۔ رشتہ داروں اور دوستوں سے جدا ہوا ہے۔ اسی طرح میں ایک دن اپنے عزیزوں۔ رشتہ داروں اور دوستوں سے جدا ہو جاؤں گا جس طرح اس کے رشتہ داروں عزیزوں اور دوستوں کو اس کی موت سے تکلیف پہونچی ہے۔ اسی طرح میرے رشتہ داروں۔ عزیزوں اور دوستوں کو میری موت سے تکلیف پہونچیگی اور جس طرح وہ بہت سے کام جو اس کے ساتھ وابستہ تھے۔ اب ان کے پورا نہ ہو سکنے کی وجہ سے اس کے پسماندگان کو تکلیف پہونچی ہے۔ اسی طرح جو کام مجھ سے وابستہ ہیں وہ بھی میری وفات کے بعد پورے نہ ہو سکنے کی وجہ سے میرے پسماندگان کو تکلیف ہوگی۔

غرض ان جذبات اور خیالات کے ماتحت دشمنوں کی دشمنیاں بھی اس وقت بھول جاتی ہیں۔ خواہ اس وقت کے گزر جانے کے بعد دشمنی اور بھی بڑھ جائے۔ مگر اس وقت طبیعت میں ضرور نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ پس یہ اللہ تعالےٰ کی دو صفات ہیں۔ جن میں سے ایک خوشی پیدا کرتی ہے۔ اور ایک رنج پیدا کرتی ہے۔ مگر یہ نقطۂ نگاہ انسانوں کے لحاظ سے ہے ورنہ

اللہ تعالےٰ کے نزدیک

جو عالم الغیب ہے۔ یہ دونوں مواقع نہ کلی طور پر خوشی کا موجب ہوتے ہیں۔ اور نہ کلی طور پر غم کا موجب ہوتے ہیں جب کوئی بچہ کسی کے گھر میں پیدا ہوتا ہے تو اس کے ماں باپ اور عزیز سمجھتے ہیں۔ کہ ایک نیا چاند دنیا میں نکلا ہے۔ ایک رحمت کا نیا دروازہ ہمارے لئے کھلا ہے۔ حالانکہ بسا اوقات پیدا ہونے والی رُوح دنیا کے لئے کئی قسم کے مصائب اور دکھوں کا موجب ہوتی ہے۔ اس کے رشتہ دار تو اس کی پیدائش پر خوش ہو رہے ہوتے ہیں لیکن آسمان پر خدا کے فرشتے اس کی پیدائش سے غمگین ہو رہے ہوتے ہیں۔

ابوجہل کی پیدائش

پر مکہ خوشی سے اچھل رہا تھا۔ لیکن آسمان کے فرشتے اگر ان کے لئے رونا ممکن ہے تو وہ آسمان پر رو رہے تھے۔ اس کے مقابلہ میں

محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش پر

مکہ والوں کو کوئی احساس بھی نہ تھا۔ کیونکہ ایک یتیم بچہ تھا جو پیدا ہوا قریبی رشتہ داروں کے دلوں میں ضرور خوشی پیدا ہوئی ہوگی۔ ورنہ باقیوں کو احساس بھی نہ تھا۔ کہ آج کون پیدا ہوا ہے۔ مگر جب دنیا کے لوگ اس کی پیدائش پر خاموشی سے وقت گزار رہے تھے۔ اور سوائے قریبی رشتہ داروں کے کسی کے دل میں خوشی کے جذبات پیدا نہیں تھے۔ اس وقت آسمان کے فرشتے خوشی سے اچھل رہے تھے۔ کیونکہ ان کو خدا کی طرف سے یہ علم دیا گیا تھا۔ کہ

دنیا کا نجات دہندہ

پیدا ہو گیا ہے۔ اور جس مقصد کے لئے خدا نے دُنیا کو پیدا کیا تھا۔ اس مقصد کو تکمیل تک پہونچانے والا انسان ظاہر ہو گیا ہے۔

تو پیدائش دُنیا کے نزدیک ایک ہی نقطہ رکھتی ہے یعنی خوشی۔ کسی کی پیدائش پر تھوڑے لوگ خوش ہوتے ہیں۔ کسی کی پیدائش پر ایک ہی آدمی یعنی ماں خوش ہوتی ہے۔ کسی کی پیدائش پر ہزاروں آدمی خوش ہوتے ہیں۔ کسی کی پیدائش پر لاکھوں آدمی خوش ہوتے ہیں۔ اور کسی کی پیدائش پر کروڑوں آدمی خوش ہوتے ہیں۔ لیکن

آسمان کے فرشتے

کسی کی پیدائش پر اگر ان کے لئے رونا ممکن ہو تو آنسو بہاتے یا دوسرے الفاظ میں اپنے رنج کا اظہار کرتے ہیں۔ اور کسی کی پیدائش پر خواہ دُنیا کے لوگ خوشی نہ منائیں۔ فرشتے بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہی حال موت کا ہے۔ موت کے وقت بھی دنیا کے ہر انسان کے رشتہ دار اور دوست تھوڑے ہوں یا بہت رنج محسوس کرتے ہیں۔ ایک ڈاکو مرتا ہے تو اس کے بیوی بچے خوش نہیں ہوتے۔ کہ ہمارا باپ ڈاکو تھا قاتل تھا فتنہ و فساد پھیلاتا تھا۔ اچھا ہوا کہ وہ مر گیا۔ بلکہ ان کی اسی طرح چیخیں نکل جاتی ہیں۔ جس طرح بڑے سے بڑے محسن اور نیک باپ کے بچوں کی اس کی وفات پر نکل جاتی ہیں اور وہ دنیا کے لئے اس کی موت کو ایسا ہی خطرناک سمجھتے ہیں۔ جیسے کسی بڑے سے بڑے مصلح کی وفات کو۔ بلکہ شائد اس سے بھی زیادہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بارہا ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ جب

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات

ہوئی۔ تو چونکہ ان کے دورِ حکومت میں امن قائم ہوا تھا اور وہ طوائف الملوکی جو پہلے پھیلی ہوئی تھی جاتی رہی تھی۔ اس لئے سکھوں کے علاوہ جو ان کے ہم مذہب اور ہم قوم تھے۔ ہندو اور مسلمان بھی عام طور پر سمجھتے تھے۔ کہ اب ان کی وفات کے بعد پھر فتنے پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے۔ اس لئے لوگوں میں ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ اور ہر شخص کے آنسو رواں تھے۔ جن کے

زیادہ گہرے تعلقات

تھے۔ وہ چیخیں مار رہے تھے۔ فرماتے تھے۔ کہ کوئی چوہڑا لاہور کے قریب سے گزرا۔ اور اس نے جب دیکھا۔ کہ ہر شخص ماتم کر رہا ہے۔ تو اس نے کسی سے پوچھا کہ آج لاہور والوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ جس کو دیکھو رو رہا ہے جس کو دیکھو رو رہا ہے۔ اس نے کہا تمہیں پتہ نہیں مہاراجہ رنجیت سنگھ فوت ہو گئے ہیں۔ وہ بڑی حیرت کا اظہار کر کے کہنے لگا۔ اچھا رنجیت سنگھ مر گیا ہے۔ اور اس پر لوگ رو رہے ہیں پھر کہنے لگا۔ باپوں ہوراں جیسے مر گئے تے رنجیت سنگھ بچارا کس شمار وچ یعنی جب میرے باپ جیسا آدمی مر گیا۔ تو رنجیت سنگھ بھلا کس شمار میں تھا۔ اب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ذریعہ بیشک امن قائم ہوا تھا۔ مگر چونکہ اس چوہڑے کا تعلق جو اپنے باپ سے تھا۔ وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے نہیں تھا۔ اور سیاسی فوائد کو وہ سمجھنے کے قابل نہیں تھا۔ اس لئے اس کے نزدیک

سب سے بڑی رنج کی بات

اپنے باپ کی وفات تھی۔ اسی طرح کئی بادشاہ بڑے ظالم ہوتے ہیں۔ مثلاً ہلاکو خان بڑا ظالم مشہور ہے۔ مگر جب ہلاکو خان مرا ہوگا۔ تو کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ اس کے بیوی اور بچوں کو دوسروں کی بیویوں اور بچوں سے کم صدمہ ہوا ہوگا۔ یقیناً نہیں۔

ہلاکو خان کی وفات

پر ویسا ہی صدمہ ہوا ہوگا۔ جیسا نوشیرواں عادل کی وفات پر اس کے بیوی اور بچوں کو ہوا تھا۔ حالانکہ نوشیرواں عدل کی وجہ سے مشہور ہے اور ہلاکو خان ظلم کی وجہ سے۔ مگر دونوں کے بیوی بچوں کو یکساں صدمہ ہوا ہوگا۔ بلکہ ممکن ہے

ہلاکو خان کے بیوی بچوں کو احساسات کے زیادہ تیز ہونے کی وجہ سے نوشیرواں کے بیوی بچوں سے بھی زیادہ صدمہ ہوا ہو۔ مگر آسمان پر یہ بات نہیں جس طرح پیدائش پر دنیا میں سارے بندے خوش ہوتے ہیں۔ گو کسی کی پیدائش پر تھوڑے لوگ خوش ہوتے ہیں۔ اور کسی کی پیدائش پر زیادہ لوگ خوش ہوتے ہیں۔ مگر آسمان پر یہ بات نہیں۔ وہاں کسی کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور کسی کی پیدائش پر رنج کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح موت کا حال ہے۔ موت پر سب لوگ رنج کا اظہار کرتے ہیں۔ گو کسی کی موت پر تھوڑے لوگ رنج کرتے ہیں۔ اور کسی کی موت پر زیادہ لوگ رنج کرتے ہیں۔ مگر آسمان پر یہ بات نہیں۔ وہاں کسی کی موت پر رنج کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور کسی کی موت پر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ پھر یہ جذبہ بھی اموات کے لحاظ سے نسبتی طور پر تقسیم ہو جاتا ہے۔ اور **فرشتوں کا رنج اور ان کی خوشی** بعض دفعہ مرکب ہو جاتی ہے۔ یعنی فرشتے صرف رنج یا صرف خوشی کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی خوشی اور ان کا رنج ملا جلا ہوتا ہے۔ مثلاً جب کوئی بدقسمت اور گناہگار انسان مرتا ہے یا ایسا ظالم انسان مرتا ہے جس نے دنیا کے امن کو برباد کیا ہوا ہوتا ہے تو خدا تعالےٰ کے ملائکہ خوش بھی ہوتے ہیں۔ کہ بندوں کو اس ظالم انسان سے نجات ملی۔ اور وہ رنج بھی کرتے ہیں۔ کہ اپنے مولےٰ کو راضی کرنے سے پہلے وہ شخص مر گیا۔

اسی طرح جب اللہ تعالےٰ کے بزرگ اور نیک لوگ فوت ہوتے ہیں۔ اور دنیا میں ان کی وفات کی وجہ سے کہرام مچا ہوا ہوتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ کے فرشتے ان کی صحبت کے خیال سے خوشی منا رہے ہوتے ہیں۔ موت کیا ہے؟ موت اس دنیا سے **اگلے جہان جانے کا ایک دروازہ** ہے۔ جس طرح جب کوئی مصلح یا محسن انسان لاہور میں داخل ہوتا ہے۔ تو وہاں کے رہنے والے خوشی مناتے ہیں۔ لیکن جب لاہور سے نکلتا ہے تو لاہور والے رنج کا اظہار کرتے ہیں مگر آگے جب امرتسر میں داخل ہوتا ہے۔ تو امرتسر والے خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح جب خدا تعالےٰ کے برگزیدہ اور چنیدہ لوگ جو اپنی نیکی اور تقوےٰ اور مقام قرب میں ملائکہ سے بڑھ کر۔ بلکہ ملائکہ کو سبق دینے والے ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ سے ظاہر ہے وفات پا جاتے ہیں۔ تو دنیا کے لوگ تو ان کی وفات پر رنج کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اس بات پر غمگین ہوتے ہیں کہ وہ اپنا دور ختم کر کے اگلے جہان چلے گئے۔ مگر فرشتے اس بات سے خوش ہوتے ہیں۔ کہ اب وہ ہمارے ملک میں آگئے ہیں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات

پر جب مدینہ میں ایک کہرام پڑا ہوا تھا جنت کے لوگوں میں کتنی خوشی منائی جا رہی ہوگی۔ لوگ خدا تعالےٰ کے کلام اور فرشتوں سے سنتے ہوں گے۔ کہ خدا تعالےٰ کا ایک برگزیدہ دنیا میں پیدا ہو چکا ہے۔ اور وہ بہت بلند روحانی مقامات رکھتا ہے۔ ان باتوں کو سن سن کر جنتیوں کے دلوں میں کتنی خواہش پیدا ہوتی ہوگی۔ اور وہ کس طرح اس بات کے تصور سے خوش ہوتے ہوں گے۔ کہ کبھی یہ مبارک انسان ہم میں بھی آئیگا پس جب فرشتوں نے آپ کی روح قبض کی ہوگی۔ اور جب جنتیوں کو پتہ لگا ہوگا۔ کہ اب ان کی سالہا سال کی امیدیں بر آنے لگی ہیں۔ تو انہوں نے کیسی خوشی ظاہر کی ہوگی۔ مگر بہرحال یہ **آسمان کی بات** ہے۔ زمین پر یہی ہوتا ہے۔ کہ موت پر رنج کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور ولادت پر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

جس طرح خدا تعالےٰ کی یہ دو صفات ہمیں دنیا میں کام کرتی نظر آتی ہیں اسی طرح کئی انسان ایسے ہوتے ہیں جو دنیا کے لئے ولادت کا موجب بنتے۔ یا اس کی حیات کا موجب ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً ماں باپ ہی ہیں۔ وہ نئی نسلیں دنیا میں لاتے ہیں۔ ڈاکٹر اور اطباء ہیں۔ وہ مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔ اسی طرح قومی خدمات کرنے والے لوگ ہیں۔ جو ڈوبتے ہوئے لوگوں کو بچاتے ہیں۔ کہیں آگ لگ جائے۔ تو بجھاتے ہیں۔ اسی طرح اور کئی واقعات اور حادثات جو رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ یہ لوگ **خدا تعالےٰ کی محی صفت کے مورد** ہوتے۔ اور اس کی ایک مثال اور نمونہ ہوتے ہیں۔ لیکن کئی لوگ دنیا میں ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن کا کام ہی یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ تباہیاں اور بربادیاں اور ہلاکتیں لاتے رہیں۔ کہیں ان کی وجہ سے قتل ہو رہے ہوتے ہیں۔ کہیں فساد ہو رہے ہوتے ہیں کہیں غارتگری کے واقعات رونما ہو رہے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ **خدا تعالےٰ کی ممیت صفت کو ظاہر کرنے والے** ہوتے ہیں۔ مگر خدا کی ہر صفت کی نقل کرنے والا انسان ضروری نہیں۔ کہ خدا کا مقبول ہو۔ خدا بے شک ممیت ہے مگر یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک قاتل کسی کو بلا وجہ قتل کر دے۔ تو وہ یہ کہے۔ کہ میں نے چونکہ فلاں شخص کو قتل کر کے خدا تعالےٰ کی صفت ممیت کا اپنے آپ کو مظہر ثابت کیا ہے۔ اس لئے میں بڑا مقرب ہوں۔ اگر وہ ایسا کہیگا۔ تو اس کا دعوےٰ بالکل غلط ہوگا۔ کیونکہ بندے کو جن حالات میں ممیت بننے کا حق حاصل ہے۔ ان حالات میں اگر وہ ممیت بنتا ہے۔ تب تو بے شک وہ خدا تعالےٰ کا مقرب بن سکتا ہے۔ لیکن اگر ان حالات میں وہ ممیت نہیں بنتا تو وہ مقرب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ولادت خدا تعالےٰ کی احیاء کی صفت ہے مگر ناجائز ولادت کا موجب خدا تعالےٰ کی صفت محی سے نسبت دے کر اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کا مقرب نہیں کہہ سکتا۔ غرض وہی شخص خدا تعالےٰ کی صفت کو پورا کرنے والا قرار پا سکتا ہے۔ جو **اللہ تعالےٰ کے بنائے ہوئے قوانین** کے ماتحت اس صفت کا مظہر بنتا ہے اگر وہ خدا تعالےٰ کے بنائے ہوئے قانون کے ماتحت محی بنتا ہے۔ تو بے شک وہ خدا تعالےٰ کا اس صفت میں مظہر بن سکتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ خدا تعالےٰ کی صفت ممیت کا مظہر اس رنگ میں بنتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے بنائے ہوئے قواعد کے مطابق ہو تو خدا تعالےٰ کا مقرب ہو سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ چنانچہ دیکھ لو جس وقت جہاد ہوتا ہے۔ دونوں فریق ایک سا کام کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ بھی تلوار چلا رہا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی تلوار چلا رہا ہوتا ہے۔ کافر مومن کو مارتا ہے۔ اور مومن کافر کو مارتا ہے۔ پس بظاہر ان دونوں کا فعل یکساں ہوتا ہے۔ مگر جب کافر کی تلوار سے ایک مومن گرتا ہے۔ تو **اللہ تعالےٰ کا عرش** کانپ جاتا ہے۔ اور فرشتے اس کافر پر لعنتیں ڈالتے ہیں۔ لیکن جب کسی مومن کی تلوار سے ایک کافر گرتا ہے۔ تو فرشتے خوش ہوتے۔ اور مومن پر اللہ تعالےٰ کی رحمتیں نازل کرتے ہیں۔ حالانکہ فعل ایک ہوتا ہے۔ مقام ایک ہوتا ہے۔ اور ذریعۂ قتل ایک ہوتا ہے مگر ایک کے فعل پر تو برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور دوسرے کے فعل پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے لعنتیں اور ملامتیں نازل ہوتی ہیں۔ پس اپنی ذات میں ممیت ہونا یا محی ہونا کوئی اچھی یا بری بات نہیں اگر محی ہونا خدا تعالےٰ کے قانون کے ماتحت ہو۔ تو اچھا ہوتا ہے۔ اور اگر ممیت ہونا خدا تعالےٰ کے قانون کے ماتحت ہو۔ تو اچھا ہوتا ہے لیکن اگر ممیت یا محی ہونا خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ قانون کے خلاف ہو۔ تو یہی بات بری بن جاتی ہے۔

آجکل جو لڑائی لڑی جارہی ہے

اس کو اگر ہم لڑائی کے لحاظ سے دیکھیں تو یقیناً اسے بُرا نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ لڑائی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی کی ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے بھی کی ہے۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ نے بھی کی ہے۔ حضرت کرشنؑ اور حضرت رام چندر نے بھی کی ہے۔ اسی طرح اور کئی انبیاء ہیں۔ جنہوں نے لڑائیاں کیں۔ پس

ہم لڑائی کو بُرا نہیں کہہ سکتے

جو چیز بُری ہے وہ یہ ہے کہ ایسی لڑائی لڑی جائے جو خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ قواعد کے خلاف ہو۔ ورنہ دنیا میں کئی لڑائیاں ایسی ہوتی ہیں۔ جو رحمت کا موجب ہوتی ہیں۔ قرآن کریم میں ہی آتا ہے کہ اگر ہم لڑائی کی اجازت نہ دیتے۔ تو بعض ظالم ایسے تھے۔ جو مسلمانوں کی مساجد عیسائیوں کے گرجے اور ہندوؤں کے مندر وغیرہ گرا دیتے۔ اس وقت بھی کئی ایسے ظالم مسلمان موجود ہیں۔ جن کو اگر اختیار مل جائے۔ تو عیسائیوں کے گرجوں اور ہندوؤں کے مندروں کو گرا دیں۔ کئی ایسے ظالم عیسائی موجود ہیں۔ جن کو اگر اختیار مل جائے۔ تو وہ مسلمانوں کی مسجدوں اور ہندوؤں کے مندروں کو گرا دیں۔ کئی ایسے ظالم ہندو راجے موجود ہیں۔ جن کو اگر اختیار مل جائے۔ تو وہ مسلمانوں کی مسجدیں اور عیسائیوں کے گرجے گرا دیں۔ پس بیشک یہ درست ہے۔ کہ

دنیا میں امن

قائم رہنا چاہیئے۔ مگر یہ بھی درست ہے کہ امن کے قیام کے لئے بعض دفعہ تلوار بھی چلانی پڑتی ہے۔ اگر اس قسم کے ظالم لوگ دنیا میں نہ رہیں۔ تو بے شک کسی کو تلوار چلانے کی ضرورت نہ رہے۔ مگر چونکہ دنیا میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو فتنہ وفساد پھیلاتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ مومن بھی ان کے مقابلہ میں وہی ہتھیار استعمال کریں۔ جو وہ استعمال کرتے ہیں۔ جیسے ڈاکٹر

بیماریوں کے دفعیہ کے لئے

مریضوں کو بعض دفعہ کڑوی دوائیں پلاتے ہیں۔ اگر یونہی کسی کو کہا جائے۔ کہ تم کڑوی دوائی استعمال کرو۔ تو وہ کبھی استعمال نہیں کرے گا۔ مگر جب ڈاکٹر کسی بیماری کی وجہ سے اسے کڑوی دوائی استعمال کرنے کی ہدائت کرتا ہے۔ تو وہ خوشی سے کڑوی دوائی پی لیتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے۔ کہ میرے جسم میں بیماری کا جو زہر ہے۔ اس کے لئے کڑوی دوائی کی ہی ضرورت ہے۔ اسی طرح

کئی جنگیں ضروری ہوتی ہیں

گو کئی جنگیں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جو بُری ہوتی ہیں۔

پس مومن کو اپنے کاموں میں ہمیشہ یہ امر مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کہ کوئی کام اپنی ذات میں اچھا یا بُرا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ قانون کے ماتحت وہ اچھا یا بُرا بنتا ہے۔ دیکھ لو

نماز

کتنی اچھی چیز ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ بعض نماز پڑھنے والوں کے متعلق ہی فرماتا ہے۔ کہ ویلٌ للمصلین یعنی ایک نماز پڑھنے والا انسان ایسا ہوتا ہے۔ جس پر لعنت پڑتی ہے۔ الذین ھم یراءون۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو ریا کے طور پر نمازیں پڑھتے ہیں۔ اسی طرح

صدقہ

اللہ تعالےٰ کیسا پسند کرتا ہے مگر قرآن کریم میں ہی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جو لوگ دکھاوے کے لئے صدقہ وخیرات کرتے ہیں۔ یا صدقہ کرنے کے بعد احسان جتاتے ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کے مورد بنتے ہیں۔ یہی حال

روزوں

کا ہے۔ یہی حال

زکوٰۃ

کا ہے۔ یہی حال

حج

کا ہے۔ جب میں حج کرنے کے لئے گیا تو سُورت کے علاقہ کے ایک نوجوان تاجر کو میں نے دیکھا۔ جب وہ منیٰ کی طرف جارہا تھا۔ تو بجائے ذکر الٰہی کرنے کے وہ نہائت ہی گندے عشقیہ اشعار پڑھتا جارہا تھا۔ اتفاق کی بات ہے۔ کہ جب میں واپس آیا۔ تو جس جہاز میں میں سفر کر رہا تھا۔ اسی جہاز میں وہ بھی واپس آرہا تھا۔ مگر وہی نوجوان جس کے دل میں حج کا کچھ بھی احترام نہیں تھا۔ اور جو عبادت اور

ذکر الٰہی میں مشغول

رہنے کی بجائے منیٰ کو جاتے ہوئے عشقیہ اشعار پڑھتا جارہا تھا۔ اسے یہ معلوم کر کے کہ میں احمدی ہوں۔ اس قدر غصہ پیدا ہوا۔ کہ ایک دن جبکہ میں جہاز میں ٹہل رہا تھا۔ وہ عجیب حسرت کیساتھ میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ اُف یہ جہاز بھی ڈوب نہیں جاتا۔ جس پر یہ شخص سفر کر رہا ہے۔ گویا احمدیت اس کے نزدیک اتنی بُری چیز تھی۔ کہ اگر جہاز کے سارے مسافر ڈوب جاتے۔ اور وہ خود بھی ڈوب جاتا۔ تو یہ قربانی کوئی بڑی نہ تھی۔ اگر اس قربانی کے نتیجہ میں ایک احمدی بھی غرق ہو جاتا۔ اس وقت تک اسے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ میں کون ہوں۔ کچھ دنوں کے بعد موقعہ پا کر میں نے اس سے پوچھا۔ کہ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ آپ حج کے لئے کیوں آئے تھے۔ میں نے تو دیکھا ہے کہ آپ منیٰ کو جاتے ہوئے بھی ذکر الٰہی نہیں کر رہے تھے۔ اس نے کہا اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں

حاجی کی دوکان

سے لوگ سودا زیادہ خریدا کرتے ہیں۔ جہاں ہماری دوکان ہے۔ اس کے بالمقابل ایک اور شخص کی دوکان بھی ہے۔ وہ حج کر کے گیا۔ اور اس نے اپنی دوکان پر حاجی کا بورڈ لگا لیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہمارے گاہک بھی ادھر جانے لگ گئے۔ یہ دیکھ کر میرے باپ نے مجھے کہا۔ کہ تو بھی حج کر آ۔ تاکہ واپس آکر تو بھی حاجی کا بورڈ اپنی دوکان پر لگا سکے۔ اب کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ اس کا حج اس کے لئے ثواب کا موجب ہوا ہوگا۔ ثواب کا تو کیا سوال ہے۔ اس کا حج یقیناً اسے گناہ کے طور پر لگا ہوگا۔ اور فرشتے اس پر لعنتیں ڈالتے ہوں گے ؛

تو انسان کو اپنے

تمام کاموں میں

ہمیشہ یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ کہ اچھے سے اچھا کام کرنے یا بُرے سے بُرے کام کو ترک کرنے میں خدا تعالےٰ کی مرضی اور رضا کو مدنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ بُرے کام کا ترک کرنا بھی انسان کے لئے ہر حالت میں نیکی نہیں ہوتا۔ بلکہ نیکی کی تحریک بھی بعض اوقات بدی ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت معاویہ ایک دن صبح کو دیر سے اٹھے۔ اور

فجر کی نماز باجماعت

نہ پڑھ سکے۔ اس کا انہیں اس قدر غم ہوا۔ کہ وہ سارا دن روتے رہے۔ دوسرے دن انہوں نے نماز فجر سے قبل کشفی طور پر دیکھا۔ کہ ایک شخص انہیں جگا رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے۔ کہ نماز کا وقت قریب ہے۔ اٹھ کر نماز پڑھ لو۔ انہوں نے اس سے پوچھا۔ کہ تو کون ہے وہ کہنے لگا میں شیطان ہوں۔ انہوں نے کہا یہ

عجیب بات

ہے۔ کہ شیطان دوسروں کو نماز پڑھنے کے لئے جگائے۔ تیرا کام تو لوگوں کو نماز سے روکنا ہے۔ نہ کہ نماز کے لئے جگانا۔ وہ کہنے لگا اصل بات یہ ہے۔ کہ کل میں نے تم کو سلائے رکھا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمہاری ایک نماز باجماعت ضائع ہوگئی۔ اس پر تم اتنا روئے اتنا روئے کہ خدا تعالےٰ نے کہا میرے اس بندے کو ایک نماز باجماعت کے ضائع ہونے کا بہت ہی صدمہ ہوا ہے۔ اس لئے اس ایک نماز کی بجائے میں اسے دس باجماعت نمازیں پڑھنے کا ثواب دیتا ہوں۔ میری غرض تو تمہیں

ثواب سے محروم

کرنا تھی۔ مگر تم پہلے سے بھی زیادہ ثواب لے گئے۔ اس لئے آج میں تمہیں خود جگانے آیا ہوں۔ تا

ایسا نہ ہو۔ کہ آج بھی تم سوئے رہو۔ اور رو رو کر خدا تعالےٰ سے زیادہ ثواب لے جاؤ۔ تو کبھی انسان کو ایک چیز نیکی نظر آتی ہے۔ مگر وہ

درحقیقت بدی

ہوتی ہے۔ اور کبھی بدی نظر آتی ہے مگر درحقیقت وہ نیکی ہوتی ہے۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضؓ کی لڑائیاں ہیں :۔

اصل چیز

خدا تعالےٰ کی رضا

ہے۔ اگر انسان خدا تعالےٰ کی رضا کے ماتحت کام کرے۔ تو گو بظاہر وہ ہمیت نظر آئے۔ مگر اس کا قتل کا فعل بھی بُرا نہیں سمجھا جا سکتا۔ چنانچہ دیکھ لو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضؓ پر کتنے اعتراض کئے گئے۔ کہ انہوں نے قتل کئے۔ لڑائیاں کیں۔ اور دنیا میں نعوذ باللہ فتنہ وفساد پھیلایا۔ مگر ہم تو ان لڑائیوں پر جتنا غور کرتے ہیں۔ اتنی ہی آپ کی عظمت اور بڑائی ظاہر ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں ہی اللہ تعالےٰ صحابہ کے متعلق فرماتا ہے۔ وھو کرہ لکم۔ جب لڑائی کا انہیں حکم دیا گیا۔ تو وہ انہیں بہت ہی گراں گزرا۔ اس لئے نہیں۔ کہ وہ اپنی جان دینے سے گھبراتے تھے بلکہ اس لئے کہ وہ

دوسروں کی جان لینے سے

گھبراتے تھے۔ حالانکہ وہ کفار جن سے انہیں لڑنے کا حکم ملا۔ اتنے شدید دشمن تھے۔ کہ انہوں نے متواتر تیرہ سال تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضؓ پر بڑے بڑے ظلم کئے تھے۔ انہوں نے ان پر ہنسی مذاق اڑایا۔ ان کے خلاف گالی گلوچ سے کام لیا۔ انہیں خدا کی عبادت سے روکا ان کو بیدردانہ طور پر مارا۔ اور بعض کو تو ظالمانہ طور پر قتل کر دیا گیا پھر جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضؓ مدینہ میں ہجرت کر کے آئے۔ تو یہاں بھی دشمنوں نے انہیں چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ اور حملہ کر دیا

دنیا میں عام طور پر ایسے مخالف حالات کے رونما ہونے پر لوگ چاہتے ہیں کہ اگر ان کا بس چلے تو اپنے دشمنوں کو آروں سے چیر دیں۔ انہیں آگ میں جلا دیں۔ انہیں پہاڑوں سے گرا دیں انہیں پانی میں غرق کر دیں۔ مگر صحابہ رضؓ کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم ہم نے تمہیں جنگ کا حکم تو دیا ہے۔ مگر وہ تم پر سخت گراں گزر رہا ہے :۔

جن لوگوں کے قلوب کی یہ کیفیت ہو۔ تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ اُن کی

جنگ کتنی بڑی نیکی

تھی۔ وہ اپنے دلوں میں لڑائی کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن سمجھتے تھے۔ کہ جب خدا نے لڑائی کا حکم دیا ہے۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ دشمن سے لڑیں۔ پس ایک طرف وہ لڑتے تھے۔ جوش سے لڑتے تھے۔ اور بڑی بڑی قربانی کرتے تھے۔ مگر دوسری طرف ان کی یہ حالت تھی۔ کہ ان کے دل اندر سے بیٹھے جاتے تھے۔

جب صحابہ رضؓ کا یہ حال تھا۔ تو تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہوگا۔ قرآن کریم اس کیفیت کا ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے۔ کہ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ یعنی ان لوگوں کے ایمان نہ لانے۔ اور کافر رہنے کا ہمارے رسول کو اس قدر صدمہ ہے۔ کہ گویا اس کی گردن پر تلوار رکھ کر کسی نے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک اسے کاٹ دیا ہے۔ جب

لوگوں کے ایمان نہ لانے

کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر افسوس تھا۔ تو ان کا کفر کی حالت میں مر جانا آپ پر کس قدر گراں گزرتا ہوگا جو شخص صرف اس بات سے ہی صدمہ محسوس کرتا ہے۔ کہ ایک شخص خدا تعالےٰ پر ایمان نہیں لایا۔ اس کے دل پر اس وقت کیا گزرتی ہوگی۔ جب اُسے یہ معلوم ہوتا ہوگا۔ کہ اب کفر پر اس کا خاتمہ بھی ہو گیا ہے :۔

تو جو چیز دنیا کو مکروہ نظر آتی ہے۔ وہی چیز رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضؓ کے چہرہ کو ایسا حسین ثابت کرتی ہے کہ ان کے صدقہ وخیرات سے اُن کا اتنا حُسن ظاہر نہیں ہوتا۔ جتنا

لڑائیوں سے ان کا حُسن ظاہر ہوتا ہے

صدقہ وخیرات کرتے وقت ہر انسان کے دل میں رحم کا جذبہ پیدا ہوتا ہے مگر انتقام کے جذبہ کی موجودگی میں اور پھر اس انتقامی جذبہ کو پورا کرنے والے تمام سامانوں کی موجودگی میں دل میں اتنی رأفت۔ رحمت اور نرمی کا پیدا ہونا سوائے خدا رسیدہ اور ولی اللہ انسان کے اور کسی سے ممکن نہیں۔ ہم نے تو دیکھا ہے۔ دنیا میں ایک شخص دوسرے کو تھپڑ مار دے تو دوسرا جواب میں اسے دس تھپڑ مار کر بھی خوش نہیں ہوتا۔ اور سالہا سال تک دل میں اس کے متعلق کینہ رکھتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص

دوسرے کے متعلق سخت لفظ

استعمال کر دے۔ تو میں نے دیکھا ہے۔ کہ دوسرا شخص جھٹ میرے پاس اس کی شکایت پہونچا دیتا ہے۔ اور شکایت کرتے کرتے پندرہ بیس گالیاں اسے دے دیتا ہے۔ کہ وہ ایسا خبیث ایسا بے دین۔ اور ایسا مرتد ہے۔ مگر ساتھ ہی لکھتا ہے۔ کہ میں تو اُسے کچھ نہیں کہتا۔ اللہ ہی ہے جو اس سے بدلہ لے :۔

گویا دس بیس گالیاں دینے کے باوجود پھر بھی اس کی تسلی نہیں ہوتی۔ اور وہ مجھے لکھتا ہے۔ کہ آپ چونکہ خلیفہ ہیں۔ اس لئے آپ کا فرض ہے کہ اسے سزا دیں۔ اور پھر لکھ دیتا ہے کہ میں نے تو اسے کچھ بھی نہیں کہا۔

خدا ہی ہے

جو اس سے بدلہ لے :۔

تو دنیا میں بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں۔ کہ چھوٹے چھوٹے قصوروں پر لوگ اتنا غصہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اس کی کوئی حد ہی نہیں ہوتی۔ مگر صحابہ رضؓ کو جو تکلیفیں پہونچی تھیں۔ ان کا تو قیاس کر کے بھی انسان کا دل کانپ جاتا ہے :۔

ہٹلر کے متعلق

لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ بڑا ظالم ہے۔ مگر اس کے ظلم بھی قریش مکہ کے مظالم کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

ایک غریب صحابیہ رضؓ عورت تھی۔ کفار نے اس کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر اسے مار دیا۔ ایک اور صحابی رضؓ تھے۔ اُن کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے باندھ دی۔ اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے۔ اور پھر اُن دونوں اونٹوں کو مخالف سمتوں میں دوڑا دیا گیا۔ اور اس طرح ان کو چیر کر مار ڈالا گیا۔

ایک اور صحابی رضؓ جو پہلے غلام تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ نہانے کے لئے کُرتہ اتارا۔ تو کوئی شخص پاس کھڑا تھا۔ اس نے دیکھا۔ کہ ان کی پیٹھ کا چمڑا اُوپر سے ایسا سخت اور کھُردرا ہے۔ جیسے

بھینس کی کھال

ہوتی ہے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور انہیں کہنے لگا۔ تمہیں یہ کب سے بیماری ہے۔ تمہاری تو پیٹھ کا چمڑا ایسا سخت ہے جیسے جانور کی کھال ہوتی ہے۔ یہ سُنکر وہ ہنس پڑے۔ اور کہنے لگے۔ بیماری کوئی نہیں۔ جب ہم اسلام لائے تھے۔ تو ہمارے مالک نے فیصلہ کیا۔ کہ ہمیں سزا دے۔ چنانچہ تپتی دھوپ میں ہمیں لٹا کر ہمیں مارنا شروع کر دیتا۔ اور کہتا۔ کہ کہو۔ ہم محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نہیں مانتے۔ ہم اس کے جواب میں کلمہ شہادت پڑھ دیتے۔ اس پر وہ پھر مارنے لگ جاتا۔ اور جب اس طرح بھی اس کا غصہ نہ تھمتا۔ تو ہمیں پتھروں پر گھسیٹا جاتا۔

عرب میں کچے مکانوں کو پانی سے بچانے کے لئے مکان کے پاس ایک قسم کا پتھر ڈال دیتے ہیں۔ جسے پنجابی میں گھنگر کہتے ہیں۔ یہ نہایت سخت۔ کھُردرا اور نوکدار پتھر ہوتا ہے۔

اور لوگ اسے دیواروں کے ساتھ اس لئے لگا دیتے ہیں۔ کہ پانی کے بہاؤ سے انہیں کوئی نقصان نہ پہونچے۔ تو وہ صحابی کہنے لگے۔ کہ جب ہم

اسلام سے انکار

نہ کرتے۔ اور لوگ ہمیں مار مار کر تھک جاتے۔ تو پھر ہماری ٹانگوں میں رسی باندھ کر ان کھردرے پتھروں پر ہمیں گھسیٹا جاتا تھا اور یہ جو کچھ تم دیکھتے ہو۔ اسی مار پیٹ اور گھسٹنے کا نتیجہ ہے۔ غرض سالہا سال تک ان پر ظلم ہوا۔ آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے یہ بات برداشت نہ ہو سکی۔ اور انہوں نے اپنی جائداد کا بہت سا حصہ فروخت کر کے انہیں آزاد کرا دیا مگر اتنے

مظالم کے بعد

جس وقت ان کو حکم ہوا۔ کہ جاؤ اور دشمنوں سے لڑائی کرو تو ان کو اس خیال سے تکلیف محسوس ہوئی۔ کہ اب ہمیں لوگوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا پڑے گا۔ بعض صحابہ کی بے شک ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان کے دلوں میں غصہ تھا۔ مگر ان کا یہ غصہ بھی کسی ذاتی تکلیف کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کفار کے مظالم

کی وجہ سے تھا۔ پھر یہ مثالیں بھی زیادہ تر انصار میں نظر آتی ہیں۔ اور انصار کی طرف سے اس غصہ کا اظہار ان کی نیکی کا ثبوت ہے۔ کیونکہ انصار مدینہ میں رہتے تھے۔ اور وہ قریش مکہ کے مظالم کا تختہ نہیں بنے تھے۔ اگر مہاجرین کی طرف سے غصہ کا اظہار ہوتا تو خیال کیا جا سکتا تھا۔ کہ انہیں چونکہ ذاتی طور پر کفار سے تکالیف پہونچی تھیں۔ اس لئے ان کے دلوں میں غصہ پایا جاتا تھا۔ مگر انصار کے متعلق یہ خیال ہی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ انہیں ذاتی طور پر کوئی تکلیف نہیں پہونچی تھی۔ پس ان کا غصہ محض

خدا اور اس کے رسول کے لئے

تھا۔ اور یہ بذاتِ خود ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ چنانچہ انصار کے اس جوش کا ثبوت اس واقعہ سے بھی ملتا ہے۔ جو مَیں بارہا سنا چکا ہوں۔ کہ جنگ بدر میں دو انصاری نوجوانوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کہ اے چچا وہ ابوجہل کونسا ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ظلم کیا کرتا ہے۔ ہمارا جی چاہتا ہے۔ کہ اسے قتل کریں۔ پس اس

غصہ کا اظہار

کرنے والے انصاری لوگ تھے۔ مگر ان کا غصہ بھی خدا کے لئے ہی تھا۔ مکہ والے جن کو ذاتی طور پر کفار سے تکالیف پہونچی تھیں۔ ان کی یہ حالت تھی۔ کہ انہیں لڑائی کرنا سخت ناپسند تھا۔ (بعض فقرات حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق بھی ایسے پائے جاتے ہیں۔ جن سے ان کے غصہ کا اظہار ہوتا ہے۔ مگر وہ غصہ بھی عارضی تھا۔ دوسرے کئی مواقع پر ان کے متعلق بھی یہ امر ثابت ہے۔ کہ وہ لڑائی کو پسند نہیں کرتے تھے) مگر باوجود اس کے انہیں لڑائیاں کرنی پڑیں۔ کیونکہ خدا نے کہا کہ اس کے بغیر اصلاح نہیں ہو سکتی۔ پس بے شک انہوں نے تلوار اٹھائی۔ اور بے شک انہوں نے لڑائی کی۔ مگر محض

خدا تعالےٰ کی رضا

کے حصول کے لئے۔

پس مومن کو اپنے کاموں کا ہمیشہ جائزہ لیتے رہنا چاہیئے۔ اور یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ جو کام وہ کر رہا ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کی رضا کے مطابق ہے یا نہیں۔ بعض باتیں

بظاہر خوبی اور نیکی

دکھائی دیتی ہیں۔ مگر شریعت انہیں خوبی نہیں سمجھتی۔ جیسے سزائیں دینا ہے قرآن کریم نے بعض سزاؤں کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ انہیں مومنوں کی جماعت دیکھے۔ اور ان کے دلوں میں رحم پیدا نہ ہو۔ ایسے موقعہ پر بظاہر یہ نظر آتا ہے۔ کہ سزا کو نہ دیکھنا اچھا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ یہ بتاتا ہے۔ کہ اس وقت

سزا کو دیکھنا

ہی رحمت کا موجب ہوتا ہے۔

پس اپنے کاموں کو ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی رضا کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو اور اس بات سے

عبرت حاصل کرو

کہ دنیا میں لوگ مجبور ہو کر بھی ظالم ہوتے ہیں اور میت ہو کر بھی ظالم ہوتے ہیں کئی ایسے ہیں جو احیاء کے سامان کر رہے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ ظالم ہیں۔ اور کئی ایسے ہیں جو اماتت کے سامان کر رہے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ ظالم ہیں۔ لیکن مومن کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ وہ محی بنتا ہے۔ تب بھی اس پر رحم کیا جاتا ہے۔ اور ممیت بنتا ہے تب بھی اس پر رحم کیا جاتا ہے۔ وہ قتل کرتا ہے۔ تب بھی اسے ثواب ملتا ہے۔ اور پیدائش کا موجب بنتا ہے تب بھی اسے ثواب حاصل ہوتا ہے۔ پس ایسے انسان بننے کی کوشش کرو۔ تاکہ تم سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو۔ جس کے نتیجہ میں تمہیں خدا تعالےٰ کی رضا حاصل نہ ہو۔

لائل پور میں غیر مبایعین سے مناظرہ

رمضان المبارک سے قبل غیر مبایعین کی انجمن کی طرف سے ہمیں ایک چیلنج موصول ہوا۔ کہ ہمارے ساتھ ختم نبوت پر مناظرہ کر لو۔ ہم نے فوراً منظور کر لیا۔ مگر ساتھ ہی لکھا کہ مناظرہ تحریری ہو۔ اور پرائیویٹ ہو یعنی صرف دونوں جماعتوں کے احباب تبادلۂ خیالات کریں۔ مگر غیر مبایعین نے دونوں باتوں کا انکار کر دیا۔ اور "قادیانیوں کا مناظرہ سے فرار" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کر دیا۔ ہم نے جواب میں "ہم مناظرہ کے لئے ہر وقت تیار ہیں" کے عنوان سے مفصل حالات درج کر دیئے۔ اس پر غیر مبایعین نے لکھا۔ کہ مناظرہ پرائیویٹ ہوگا۔ مگر غیر احمدی شرفاء کو اس میں بلایا جا سکے گا۔ ہم نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہم بھی چاہتے ہیں۔ کہ ایسے لوگ ضرور شامل ہوں۔

مناظرہ حاجی شیخ میاں محمد صاحب کی کوٹھی کے احاطہ میں ہوا۔ ہماری طرف سے مناظر مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری تھے اور ان کی طرف سے سید اختر حسین صاحب پریذیڈنٹ فریقین کی طرف سے علی الترتیب جناب قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع۔ ہماری طرف سے قرآن کریم۔ احادیث۔ متعدد اقوال بزرگان اور لغت سے ثابت کیا گیا کہ غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے۔ غیر مبایعین کے مناظر کو چند لغت کے حوالجات پر خاص ناز تھا۔ مگر مولوی ابوالعطاء صاحب نے مفردات راغب سے خاتم کے معنوں میں ایک ایسا بین حوالہ پیش کیا۔ جس کا سید اختر حسین صاحب آخر تک کوئی جواب نہ دے سکے۔ حوالہ میں صاف مذکور تھا۔ کہ ختم کے حقیقی معنی تو صرف دو ہیں۔ اول ھو تاثیر الشیء کنقش الخاتم والطابع۔ دوم الاثر الحاصل عن النقش۔ یعنی مہر کا اپنے نقوش سا نشان پیدا کرنا اور وہ پیدا شدہ نشان۔ ہاں مجازی طور پر مضبوط باندھنے اور بند کرنے کے معنی میں بھی ختم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ سید اختر حسین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اجرائے نبوت کے متعلق بالکل واضح حوالہ جات کی طرف تو توجہ ہی نہ دی۔ ہاں منن الرحمٰن کے ایک حوالہ پر بار بار زور دیا۔ جب اس حوالہ کا ترجمہ نیچے سے پڑھ کر سنایا گیا۔ تو سید صاحب کہنے لگے یہ ترجمہ غلط ہے۔ لہٰذا حضرت صاحب کا نہیں ہو سکتا کسی اور نے کیا ہوگا۔ ہم نے کہا اس کا ثبوت اور کیا آپ یہ لکھ کر دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس پر وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ مگر بار بار اس امر پر زور دیا کہ ترجمہ غلط ہے۔ چنانچہ کہنے لگے کسی غیر احمدی عالم سے دریافت کر لیا جائے۔ کہ آیا یہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط۔ ہم نے کہا غیر احمدی مولوی کو ہم اس بارہ میں حکم ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اس پر انہوں نے اپنی پارٹی کے ایک مولوی صاحب کو کھڑا کرنا چاہا۔ مگر انہوں نے کہہ دیا۔ کہ میں حضرت صاحب کے ترجمہ کو احمدی ہو کر کیسے غلط کہہ سکتا ہوں۔ پھر انہوں نے ایک غیر احمدی سے کہلایا کہ یہ ترجمہ غلط ہے۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے

سُود کیوں حَرام کیا گیا

نفع کمانے کا طریق

دنیا میں عموماً دو طرح نفع کمایا جاتا ہے۔ ایک تجارت کے ذریعہ دوسرے سُود سے۔ اللہ تعالےٰ نے تجارت یعنی بیع و شراء کو تو جائز قرار دیا ہے مگر سُود سے بہت سختی اور شدت سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ اخلاقی تمدنی۔ معاشرتی اور سیاسی طور پر سخت نقصان دہ ہے۔ بعض لوگ جو سود کے حامی ہیں وہ بیع و شرار کو بھی مثل سود ہی قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک جس طرح بیع میں نفع کمایا جاتا ہے۔ اسی طرح سود میں بھی نفع کمایا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ان لوگوں کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔ قالوا انما البیع مثل الربٰو واحلّ اللہ البیع وحرّم الربٰوا (بقرہ ع ۳۸) یعنی وہ (سود خوار) کہتے ہیں کہ بیع (بھی تو) سود کی طرح ہے۔ اللہ نے بیع یعنی تجارت کو (تو) حلال کر دیا۔ اور سود کو حرام کر دیا؟ گویا وہ کہتے ہیں۔ کہ جب سود میں بھی نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ اور بیع میں بھی نفع کمایا جاتا ہے۔ تو پھر سود کی حرمت نہیں ہونی چاہیئے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو سود اور تجارت میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور سود میں بہت سی وجوہ جو ضرر رساں ہیں۔ ان کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

سود کے حرام ہونیکی پہلی وجہ

پہلی وجہ سود کے حرام ہونے کی یہ ہے کہ اس میں سود خوار کے لئے تو نفع ہی نفع ہے۔ اور سود دینے والے کا نقصان ہی نقصان ہے۔ مگر اس کے برعکس بیع یعنی تجارت میں جہاں بائع کے لئے فائدہ اور نفع ہوتا ہے۔ وہاں بعض اوقات مشتری کے لئے بھی نفع ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص ۵۰۰ روپے پر ۵ روپے فی صدی سود کے حساب سے سود لیتا ہے۔ اس کا راس المال تو قائم رہتا ہے۔ اور فائدہ اس کو لازمی طور پر ملتا جاتا ہے۔ مگر تجارت میں ایک شخص ۵۰۰ روپیہ کا سودا خرید کر بیچتا ہے تو بھاؤ اگر چڑھا ہوا ہو تو اس کو نفع ہو جائے گا۔ اور اگر گر جائے۔ تو اس کو نقصان ہوگا اور مشتری کو فائدہ ملیگا بس چونکہ سود میں ایک جانب کے لئے سراسر نفع اور فائدہ ہے۔ اور دوسری جانب کے لئے سراسر نقصان اس لئے اس سے منع فرمایا گیا۔ مگر تجارت میں چونکہ جانبین کے لئے فائدہ و نقصان کا احتمال ہے۔ اور مساوات ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کو جائز قرار دیا گیا۔

دوسری وجہ

دوم۔ سود کو اس لئے حرام کیا گیا کہ اس کی ابتداء تو معلوم ہوتی ہے۔ مگر انتہا نہ معلوم ہوتی ہے۔ اور نہ معین ہوتی ہے۔ یعنی بڑھتا ہی رہتا ہے اور تھوڑی سی رقم سے اتنا سود بن جاتا ہے کہ جس کا ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس سے گھروں کے گھر تباہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا الربٰوا اضعافاً مضاعفۃ (سورۃ آل عمران ع ۱۴) یعنی اے مومنو! سود مت کھاؤ۔ (کیونکہ) وہ بڑھتے بڑھتے کئی گنا بن جاتا ہے۔

تیسری وجہ

سوم۔ سود کو اس لئے حرام کیا گیا ہے کہ اس کے لئے رقم بصورت نقدی دی جاتی ہے۔ جسے عاقبت نااندیش بغیر کسی پروا کے لے لیتا ہے۔ مگر اخیر میں نقصان اٹھاتا ہے۔ مثلاً کسی مجلس میں اگر ایک لاکھ روپیہ پیش کیا جائے۔ کہ اتنے عرصہ کے بعد سوا لاکھ دیدینا تو ہر شخص اس کے لئے تیار ہو جائے گا لیکن اگر کسی سامان کو پیش کیا جائے۔ کہ یہ ایک لاکھ کی مالیت کا ہے۔ اسے بیچکر اتنے عرصہ کے بعد سوا لاکھ روپیہ دے دینا۔ تو ہر شخص اس سے کترائے گا۔ پس چونکہ نقدی کو دیکھکر انسان انجام کی پروا نہیں کرتا۔ اور سود پر روپیہ لینے کے لئے فوراً تیار ہو جاتا ہے اور یہ بات اس کی تباہی اور ہلاکت کا باعث بنتی ہے۔ اس لئے اس سے منع کیا گیا۔

چوتھی وجہ

چہارم سود کو اس لئے حرام ٹھہرایا گیا ہے کہ یہ انسان کو بزدل بنا دیتا ہے۔ سود خوار کو دشمن کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں ہوتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الذین یاکلون الربٰوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبّطہ الشیطان من المسّ ذالک بانّھم قالوا انما البیع مثل الربٰو۔ واحلّ اللہ البیع وحرّم الربٰو۔ (سورۃ البقرہ ع ۳۸)

یعنی جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (دنیا میں) نہیں کھڑے ہو سکیں گے۔ مگر اس شخص کی طرح جس کو شیطان نے مس (جو ایک قسم کا جنون ہے) سے مدہوش کر دیا ہو (اور وہ لڑکھڑاتا ہو۔ اور جب اٹھنے لگے گر پڑتا ہو) یہ (حمزا) اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ سود (بھی تو) بیع (تجارت) کی طرح ہے اور کیا وجہ ہے کہ) اللہ تعالےٰ نے بیع حلال کی اور سود حرام کر دیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سود خوار لوگ دنیا میں اپنے دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ ان کو ہمیشہ اپنی آسامیوں کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ اگر ذرا بھی مخالفت کے لئے سر اٹھائیں تو سارا روپیہ مارا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی جو سود خوار ہیں ان کی آجتک کہیں بھی حکومت قائم نہیں ہوئی۔ اور وہ در بدر مارے پھرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہٹلر نے قانوناً سود کو منع کر دیا اور یہودیوں کو اپنے ملک سے باہر نکال دیا۔

پانچویں وجہ

پنجم۔ سود کو اس لئے حرام کیا گیا ہے۔ کہ یہ بخل کا آخری درجہ ہے۔ اور جس طرح بخل انسان کی ذات کے لئے، قوم کے لئے اور ملک کے لئے سخت مضر ہے۔ سود اس کی آخری حد ہونے کی وجہ سے نہایت ہی مضر ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے سود خوار کے رگ ریشہ میں مال کی محبت ایسی رچ جاتی ہے کہ اس کے لئے خدمت خلق میں کچھ مال خرچ کرنا اور قربانی اور ایثار سے کام لینا سخت مشکل اور گراں گزرتا ہے۔ اور اس طرح ایک تو سود خوار ناجائز طور پر قوم سے مال چھینتے ہیں۔ پھر قومی اغراض و مقاصد پر اس کو خرچ نہیں کرتے۔ جس سے بسا اوقات تمدنی اور سیاسی طور پر سخت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ "ایک سود خوار کے آگے میں نے ایک فقیر کے لئے سفارش کی تو وہ کہنے لگا۔ کہ پانچ روپے میں دے تو دُوں گا۔ مگر میرے پاس رہتے۔ تو سَو برس میں سود در سود سے ۱½ لاکھ ہو جاتا۔"

(درس القرآن ۱۳۱)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ سود خوار کے دل میں مال کی محبت کس طرح گھر کر جاتی ہے۔ اور وہ ایک کوڑی بھی خدا کی راہ میں شفقت علیٰ خلق اللہ کے طور پر خرچ کرنا نہیں چاہتا۔ انسانی ہمدردی بکلی کھو بیٹھتا ہے۔ مروت اور ہمدردی اور صفات حمیدہ اور محاسن جیدہ کو خیرباد کہہ دیتا ہے۔

چھٹی وجہ

ششم۔ سود کی اس لئے ممانعت کی گئی ہے کہ یہ دنیا کا امن برباد کرنے والا۔ اور فتنہ کی آگ بھڑکانے والا ہے کیونکہ اول تو خود سود خواروں کے گھروں پر ان کی آسامیاں خود ہی یا دوسرے لوگ ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ چوریاں کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات قتل بھی کر دیتے ہیں۔ یا دوسروں کے مال ناجائز طریقوں سے چھین کر سود خواروں سے گلو خلاصی حاصل کرتے ہیں۔ اور اس طرح فساد برپا ہوتا ہے۔ پھر جنگ عظیم اور موجودہ جنگ بھی اس سود کی ہی مہربانی ہے۔ جس سے گھروں کے گھر۔ گاؤں کے گاؤں۔ اور شہروں کے شہر۔ اور ملکوں کے ملک تباہ ہو گئے۔ اور تباہ ہو رہے ہیں۔ اور ہر طرف تباہی ہی تباہی اور بربادی ہی بربادی رُونما ہے۔ کیونکہ جب ایک قوم دوسری قوم کو سود پر روپیہ دیتی ہے۔ تو اس کو ایک عرصہ تک اور لڑنے کی طاقت مل جاتی ہے جس کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ جنگیں لمبی ہو رہی ہیں۔

پس موجودہ جنگوں کا یہ طول جو دنیا کے لئے سخت مصیبت انگیز اور بربادی کن ہے محض سود کی وجہ سے ہے۔

اسلام میں سود کی سخت ممانعت

غرض یہ وہ نقصانات ہیں۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے سود کو حرام فرمایا۔ اور قرآن کریم میں اس کی سخت ممانعت فرمائی۔ چنانچہ فرماتا ہے یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ (بقرہ ع ۳۸) یعنی اے مومنو! اللہ تعالےٰ سے ڈرو۔ اور اگر تم مومن ہو۔ تو جو کچھ سود سے باقی رہ گیا ہے۔ اس کو چھوڑ دو پس اگر تم (ایسا) نہ کرو گے۔ تو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی جنگ سے آگاہ ہو جاؤ یعنی اللہ تعالےٰ کی طرف سے جنگ کا الٹیمیٹم ہے۔ اور تم اس کے لئے تیار ہو جاؤ۔

پھر فرماتا ہے۔ فمن جاءہٗ موعظۃ من ربہ فانتھٰی۔ فلہٗ ما سلف وامرہٗ الی اللہ ومن عاد فاولٰئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون (بقرہ ع ۳۸)۔ یعنی جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آگئی۔ سو وہ رُک گیا۔ پس اس کے لئے ہے۔ جو پہلے ہو چکا۔ اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہے۔ اور جو کوئی لوٹے (سود کی طرف) سو ایسے لوگ دوزخی ہیں۔ اور وہ اس میں مدت دراز تک رہیں گے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کی ممانعت میں اسقدر سختی فرمائی۔ کہ سود کے لینے والے۔ دینے والے لکھنے والے اور گواہوں پر لعنت فرمائی۔ چنانچہ ترمذی جلد اوّل ابواب البیوع ص۱۴۵ میں آتا ہے۔ عن ابن مسعود قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربٰو وموکلہ وشاھدیہ وکاتبہ۔ یعنی عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے اور دو گواہی دینے والوں اور لکھنے والے پر لعنت فرمائی۔ اس حدیث سے ان مسلمانوں کی غلطی بھی ظاہر ہوتی ہے۔ جو سود لینا تو حرام سمجھتے ہیں۔ مگر سود دینا جائز خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی گناہ ہے۔

خاکسار صدرالدین مولوی فاضل از دارالمجاہدین قادیان

احباب سے مؤدبانہ درخواست!

ہم احباب کرام کی خدمت میں کچھ عرصہ سے مسلسل اپنی مشکلات پیش کرتے چلے آئے ہیں۔ اور احباب پر واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ یہ دَور فی الحقیقت اخبارات کے لئے نہایت ہی نازک دَور ہے۔ پس ان حالات میں ہم تمام دوستوں سے توقع رکھتے ہیں۔ کہ وہ پورا پورا تعاون فرمائیں گے۔ تعاون کی بڑی صورتیں یہ ہیں:-

(الف) آپ "الفضل" کی توسیع اشاعت کی طرف خاص طور پر توجہ مبذول فرمائیں اور ہر خریدار کم سے کم ایک نیا خریدار ضرور مہیا فرمائے۔ جو شخص روزانہ "الفضل" خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اُسے خطبہ نمبر خریدنے پر مجبور کیا جائے۔ جس کی قیمت صرف اڑھائی روپیہ سالانہ ہے۔

(ب) تمام خریدار اصحاب چندہ کی ادائیگی میں باقاعدگی اختیار فرمادیں بعض دوست کئی کئی وعدوں کے باوجود چندہ کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتے ہیں۔

(ج) وی۔ پی واپس کر دینے کے نقصان دہ طریق سے حتی الامکان احتراز کیا جائے۔ بلا وجہ وی۔ پی واپس کر دینا اخلاقی لحاظ سے بھی ناپسندیدہ امر ہے۔ اس سے جو مالی نقصان ہوتا ہے۔ وہ علاوہ ہے۔

(د) بقایا دار اصحاب جلد تر اپنے بقائے ادا فرمائیں۔

آپ ایسے دردمند دل رکھنے والے اصحاب سے یہ توقعات کوئی بڑی توقعات نہیں ہیں۔

خاکسار مینیجر "الفضل"

کاریگروں اور کلرکوں کی بھرتی

جو دوست ذیل کے کاموں میں سے کسی کام میں بھرتی ہونا چاہتے ہیں۔ وہ نظارت امور عامہ میں فوراً اطلاع دیں۔

فٹر۔ خرادی۔ درزی۔ موچی۔ پینٹر۔ کارپنٹر۔ راج۔ ویلڈر۔ ٹین ساز۔ ڈرافٹسمین ٹریسر۔ سویلین موٹر ڈرائیور۔ ملٹری ڈرائیور۔ آئیل انجن ڈرائیور۔ ریلوے انجن ڈرائیور۔ ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر۔ اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر۔ فورمین۔ وارنٹ افسر۔ مختلف گریڈز کے کلرک۔

جن اسامیوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی تنخواہ اور گریڈ کا فیصلہ امیدوار کی قابلیت کا امتحان اور Try لینے کے بعد کیا جاتا ہے۔ اور وہ فیصلہ امیدوار کو بھرتی کرنے سے پہلے بتا دیا جاتا ہے۔ امیدوار کو اختیار ہوتا ہے۔ کہ وہ اس تنخواہ پر بھرتی ہو یا انکار کر دے۔

تمام عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں میں اعلان کر دیں۔ کہ اگر ایسے دوست ہوں۔ جو کام جانتے ہوں یا تمام ایسے دوست جو ان کاموں کے اہل ہیں۔ اور بھرتی ہونا چاہتے ہیں۔ وہ مجھے اطلاع دیں۔ جماعت کے علاوہ کسی دوسری اقوام کے افراد کے لئے بھی پوری امداد کی جاتی ہے۔

احباب کو ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ وہ نظارت ہذا کے انتظام کے ماتحت بھرتی ہوں۔ تا ہر شخص کو اس کے حالات اور قابلیت کے مطابق گریڈ دلایا جا سکے۔ اور اس کے لئے بہترین لائن تجویز کی جا سکے۔ اور بھرتی ہونے کے بعد ان کی ترقی اور پیش آمدہ مشکلات کے ازالہ کے لئے نظارت ہذا کو سہولت رہے نظارت ہذا کو اطلاع دیتے وقت ہر امیدوار کو اپنے تعلیمی معیار۔ عمر۔ اہل کام سے واقفیت کی نوعیت کا تفصیل سے ذکر کرنا چاہیئے۔

(ناظر امور عامہ)

جماعت احمدیہ کا منصب اور اسکی ذمہ داریاں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منظوم کلام مبارک میں جو حضورؑ نے دعویٰ سے قبل زیب رقم فرمایا ایک شعر ہے ؎

ہرکہ از نسبت است بے خبرے
نسبتے دارد آں غبی بہ خرے

حضور نے اس شعر میں یہ نکتہ بیان فرمایا ہے۔ کہ ہر انسان کے لئے اپنی نسبتوں کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ سو ہم میں سے ہر احمدی اگر اپنی مندرجہ ذیل نسبتوں پر جو اُسے حاصل ہیں۔ غور کرے تو ہر حرکت و سکون کے وقت اس کے دل میں اپنی ذمہ داریوں کا زبردست احساس موجزن ہوتا ہے۔

اوّل۔ اپنی اعلےٰ درجہ کی بناوٹ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ یعنی جسم و روح کی اعلیٰ ترین مشینری بنائی گئی۔ جس سے اعلےٰ درجہ کے کام سرانجام دیئے جانے متصوّر ہیں۔

دوم خلیفۃ اللہ ہونے کا عظیم الشان منصب۔ فرمایا۔ اِنّی جاعل فی الارض خلیفۃ۔ یعنی کسی دنیوی حکومت کا نائب السلطنت نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے مظہر ہونے کی اہم ذمہ داری کا حامل۔

سوم۔ حضور سرور کائنات نبی کریم رحمۃ للعٰلمین کی امت میں داخل ہونیکا فخر۔

چہارم۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت قبول کرنے کی عزت۔

پنجم۔ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ "مصلح موعود" کی بابرکت اور عظیم الشان خلافت سے وابستگی۔ جن کی آمد کو اللہ تعالےٰ نے اپنا نزول قرار دیا۔ جیساکہ فرمایا۔ کانّ اللہ نزل من السماء۔

ہر احمدی ان نسبتوں کی ذمہ داریوں کے پیش نظر اپنی کوششوں کے ساتھ ساتھ خدا تعالےٰ کے حضور بے تاب ہوکر عرض کرنے پر مجبور ہوگا۔ کہ الٰہی میں ایسی اعلیٰ نسبتوں سے منسوب ہوں۔ تو ہی ان اہم فرائض سے کماحقہٗ سبکدوش ہونے کی توفیق عطا فرما۔ اور جو دعا کا فلسفہ اور حقیقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہے اور حضور کے واسطہ سے اللہ تعالےٰ نے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ زندہ مذہب کی علامت قبولیت دعا ہے اور یہی حقیقی مسلمان کے لئے ہر بڑے سے بڑے کام میں کامیابی کے لئے زبردست حربہ ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں دعا ہی ہمارے لئے جرّار فوج اور توپ خانوں کی قائم مقام ہے۔ جیساکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

ہر آں کارے کہ گردد از دعائے محو جانانے
نہ آں کارے کند شمشیر نے بادے نہ بارانے

اب میں موجودہ زمانہ کے اُن تغیرات کے متعلق جو دن رات رونما ہوکر لگاتار یکم ستمبر ۱۹۳۹ء سے اس وقت تک انسانی امن کو برباد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے زبردست نشانات کا مختصر ذکر کرنے کے بعد چند سطور میں احمدی جماعت کا منصب بیان کرونگا

تغیرات کے متعلق اس بات کا اظہار ضروری ہے۔ کہ للّٰہ غیب السمٰوٰت والارض کا ثبوت اور اس بات کی یقینی دلیل کہ اسلام کا خدا زندہ اور واحد و قادر ہے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اللہ تعالےٰ نے اپنا کلام نازل کرکے دنیا پر روز روشن کی طرح ظاہر فرما دی جیساکہ مندرجہ ذیل پیشگوئیوں سے عیاں ہے۔

۱۔ ۱۷ر اگست ۱۹۰۱ء کو وحی ہوئی۔
'ایام غضب اللہ'

۲۔ ۲۶ر فروری ۱۹۰۵ء کو کشف دیکھا کہ دردناک موتوں سے عجب قسم کا شور قیامت برپا ہے۔ الہام ہؤا "موتا موتی لگ رہی ہے"

۳۔ ۱۵ر نومبر ۱۹۰۵ء۔ وحی ہوئی۔
"زندگیوں کا خاتمہ"

۴۔ ۱۱ر مئی ۱۹۰۵ء۔ الہام ہؤا۔ "کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں"

۵۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ عام طور پر شدید زلزلوں کی پیشگوئی کے ضمن میں اللہ تعالےٰ نے خبر پاکر فرمایا۔ "اے یورپ! تو بھی امن میں نہیں۔ اور اے ایشیا! تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں"

۶۔ ۱۲ر فروری ۱۹۰۷ء۔ الہام ہؤا۔
"آسمان ٹوٹ پڑا سارا کچھ معلوم نہیں۔ کہ کیا ہونے والا ہے۔"

۷۔ ۱۹ر مارچ ۱۹۰۷ء کو وحی ہوئی۔
"اردتّ زمان الزلزلة" خدا تعالےٰ نے بڑے بڑے زلازل کا ارادہ کیا ہے۔ جس کا وقت قریب آگیا ہؤا معلوم ہوتا ہے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی میں زلزلہ کے لفظ کے متعلق ذیل کے منظوم کلام میں بڑی وضاحت فرمادی ہے جو موجودہ زمانہ کے مصائب کا فوٹو معلوم ہوتا ہے حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"وحی حق کے ظاہری لفظوں میں ہے، وہ زلزلہ
لیک ممکن ہے کہ ہو کچھ اور ہی قسموں کی مار
کچھ بھی ہو پر وہ نہیں رکھتا زمانہ میں نظیر
فوق عادت ہے کہ سمجھا جائیگا روز شمار
یہ جو طاعوں ملک میں ہے، اس کو کچھ نسبت نہیں
اُس بلا سے وہ تو ہے اک حشر کا نقش و نگار
وہ جو تھے اونچے محل اور وہ جو تھے قصر بریں
پست ہو جائینگے جیسے پست ہو اک جا غار
ایک ہی گردش سے گھر ہو جائینگے مٹی کا ڈھیر
جسقدر جانیں تلف ہونگی نہیں انکا شمار
اب تو نرمی کے گئے دن اب خدائے خشمگیں
کام وہ دکھلائے گا جیسے ہتھوڑے سے لوہار"

۸۔ ۱۴ر مارچ ۱۹۰۷ء کو الہام ہؤا۔
"دلی کھول ان انوں کو تہ و بالا کردونگا"

۹۔ ۷ر اپریل ۱۹۰۷ء کو الہام ہؤا۔
"ایک اور قیامت برپا ہوئی۔ ایک اور بلا برپا ہوئی۔"

جو لوگ آجکل جنگوں کے تباہ کن حالات سے واقف ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب۔ قادرانہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام (جن کے ذریعہ مندرجہ بالا پیشگوئیوں کا انکشاف ہوا) کے منجانب اللہ ہونے کا مندرجہ بالا الہامات سے کیسا بین ثبوت ملتا ہے۔ روزانہ دنیا کے مشاہدہ میں آرہا ہے کہ خشکی، تری اور ہوائی جنگوں اور سائنس کی تیار کردہ مہلک اشیاء کے استعمال سے خدا کا غضب بھڑک رہا ہے۔ اور ہونا موتی کا دردناک نظارہ قیامت کا نمونہ بن رہا ہے۔ جس سے زندگیوں کا خاتمہ مقصود ہے۔ پھر مختلف قسم کی سمندری کشمکش ۱۱ مئی ۱۹۰۶ء کے الہام "کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کُشتیاں" کو کس وضاحت سے پورا کر رہی ہے۔ نہ صرف انسان بلکہ روئے زمین کی خشکی کا ⅓ حصہ اور ⅔ حصہ تری اور زمین و آسمان کی درمیانی فضاء زبانِ حال سے قادر مطلق خدا کے مرسل کی قریباً ۴۰ سال قبل کی پیشگوئیوں کی تصدیق کر رہی ہے۔ مختلف ذرائع سے ہلاک ہونے والی نسل آدم اور عظیم الشان شہروں کی سر بفلک عمارتیں منہدم ہوتی ہوئی عبرتناک منظر پیش کر رہی ہیں اور اس بات کی شاہد ہیں کہ خدا کے مرسل کی آواز پر کان نہ دھرنے اور دنیا میں سراسر منہمک ہونے کی پاداش میں نہ صرف مکینوں پر تباہی آرہی ہے۔ بلکہ ان کی سکونت گاہوں کو ملیامیٹ کر کے زمین کے ساتھ ہموار کر دیا گیا۔ اور کوئی معبود باطل اور ظاہری اسباب کام نہ آئے اور خدا تعالیٰ کے مرسل کی فرمودہ بات "میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں" کس صفائی سے پوری ہو رہی ہے۔ اور اکثر صورتوں میں جو کشت و خون Sub marine machine وغیرہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے اس سے سمندروں کے پانی اور ہلاک ہونے والوں کے اجسام۔ اور سمندروں کے جانور زبان حال سے دُنیا کے سامنے شہادت دے رہے ہیں کہ خدا کا کلام "اِک آسمان ٹوٹ پڑا اسارا۔ کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے"۔ پھر جس رقبہ میں تباہ کن بموں اور پیرا شوٹس سے جنگ میں ایک دوسرے پر حملے ہو رہے ہیں۔ اس رقبہ کی ہر زندہ چیز۔ نباتات اور جمادات باآواز بلند پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا الہام ۱۹ مارچ ۱۹۰۷ء "ارت زمان الزلزلة" شد و مد سے پورا ہو رہا ہے۔ نہ محض اسقدر بلکہ صدہا قسم کے بربادی افگن حادثات جن سے ہر شخص واقف ہے۔ الہام ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء "لاکھوں انسانوں کو تہ و بالا کر دونگا" پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں۔ اور موجودہ حالات پر بحیثیت مجموعی جب نظر ڈالی جائے اور اس امر پر غور کیا جائے کہ لاکھوں انسان کیڑے مکوڑوں کی طرح موت کے گھاٹ اتارے جا رہے ہیں۔ تو الہام ۲ اپریل ۱۹۰۷ء "ایک اور قیامت برپا ہوئی ایک اور بلا برپا ہوئی" کے برحق ہونے کے متعلق صدائیں بلند ہوتی ہوئی سنائی دیتی ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آخر میں احمدی جماعت جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہا۔ اس کے مذہب کا ذکر مختصر الفاظ میں اپنے ذوق کے مطابق کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے مذہب اسلام قائم ہونے کے ۱۳۰۰ سال بعد دنیا میں دوبارہ ایمان باللہ پیدا کرنے۔ قرآن کریم کی تعلیم جو لوگوں کے دلوں سے محو ہو گئی تھی سمجھانے۔ اور صفات الٰہیہ کو صحیح معنوں میں ذہن نشین کرنے۔ اسلامی اخلاق گم شدہ کو از سر نو رائج کرنے کے لئے حضور سرور کائنات نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن۔ عزت اور حضورؐ کے احسانات عظیم کا سکہ اہل دنیا کے دلوں میں بٹھانے کی غرض سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے مشن۔ یعنی تکمیل اشاعت دین کے لئے کھڑا کیا ہے۔

جس طرح دنیوی حکومتیں ایام غدر کی باغیانہ رُوح کو کچلنے اور جنگوں کے مواقع و دیگر ہنگامی ضرورتوں کے لئے نئی پلٹنیں کھڑی کرتی ہیں۔ اسی طرح تقریباً ۳ ارب دنیا کے انسانوں کے ایمان۔ اعمال اور اخلاق میں جو فساد عظیم واقع ہو چکا ہے۔ اس کے استیصال کے لئے یہ جماعت دنیا کے آخری ایام میں مخلوق کی اخلاقی و رُوحانی اصلاح کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے قائم فرمائی ہے۔

پس ہر فرد احمدی جماعت کا آسمانی فوج کا سپاہی ہے۔ جو ہر وقت اور ہر جگہ جنگ (روحانی) میں مصروف ہے۔ جس کا بادشاہ اللہ تعالیٰ رب العرش العظیم۔ سپہ سالا حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ جنرل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور زمانہ موجودہ کے سپہ سالار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ مصلح موعود ہیں۔ اور یہ بخوبی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی سپاہی کیلئے کمانڈر کے حکم سے چون و چرا کا کوئی حق حاصل نہیں۔ کیونکہ کامیابی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

خاکسار عبد المجید خان ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (ریٹائرڈ) کپورتھلہ

ہندوستان کے لیڈران کے نام خطبہ نمبر جاری کرائیں!

ہم نے تحریک کی تھی۔ کہ احباب "الفضل" کا خطبہ نمبر ہندوستان کے ہندو مسلم لیڈران کے نام برائے نام قیمت یعنی صرف دو روپے سالانہ پر جاری کرائیں۔ افسوس! بہت کم احباب نے اس طرف توجہ کی ہے۔ حالانکہ یہ نہایت ضروری تحریک ہے۔ اور ہندوستان کے لیڈران کو جماعت احمدیہ کے نقطۂ نگاہ سے روشناس کرانیکا عمدہ ذریعہ ہے۔ امید ہے۔ احباب کرام اس طرف خاص طور پر توجہ مبذول فرمائیں گے۔ (مینیجر)

"الفضل" کی توسیع اشاعت کیلئے

کوشش کرنا ہر احمدی دوست کا فرض ہے۔ امید ہے ہر خریدار دوست کم سے کم ایک نیا خریدار مہیا کرنے کی کوشش فرمائیں گے۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے

ہیڈ کوارٹرز آفس لاہور میں چار عارضی سرویئرز (Surveyers) کلاس I گریڈ ۲، ۶۵-۵/۲-۸۵ کی اسامیوں کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں۔ علاوہ ازیں پانچ آدمی منتخب کر کے "فہرست انتظاریہ" پر رکھے جائیں گے۔ تا ان سے مزید خالی ہونیوالی اسامیاں پُر کی جائیں۔ لیکن ۲۰ر دسمبر ۱۹۴۲ء کو تمام نام اس فہرست سے خارج کر دیئے جائیں گے۔ عمر اٹھارہ سے تیس سال کے درمیان ہونی چاہئیے اور ان کے لئے جنہوں نے اس ایڈمنسٹریشن میں سروس کی ہے یا کر رہے ہیں یا ریونیو لاء اینڈ پروسیجر (Revenue Law and Procedure) سے واقف ہیں۔ عمر کی میعاد ۲۲ر دسمبر ۱۹۴۲ء کو چالیس سال تک بڑھائی جا سکتی ہے۔ درخواست کنندہ کسی منظور شدہ انجنیئرنگ کالج یا یونیورسٹی کے ڈگری یافتہ ہونے چاہئیں اور پورے طور پر کوالی فائیڈ اوورسیر ہونے چاہئیں۔ درخواستیں پہنچنے کی آخری تاریخ ۱۵ر دسمبر ۱۹۴۱ء ہے پوری تفصیلات جنرل منیجر نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس لاہور کے نام ایک ایسا لفافہ (جس میں خط نہ ہو) آنے پر جس پر ٹکٹ چسپاں ہو اور جس پر درخواست کنندہ کا ایڈریس جلی حروف میں لکھا ہو۔ مہیا کی جا سکتی ہیں۔ لفافہ کے بائیں بالائی کونہ میں یہ الفاظ بھی لکھنے چاہئیں۔

"Vacancies of Surveyers"

جنرل منیجر لاہور

دہلی ۱۰ نومبر۔ آج کونسل آف سٹیٹ کا اجلاس شروع ہوا تو کانگرس کے سابق پریذیڈنٹ مسٹر سوبھاش چندر بوس کے بارہ میں بعض باتیں معلوم ہوئیں۔ آپ کچھ عرصہ ہوا یکدم غائب ہو گئے تھے۔ ایک سوال کے جواب میں ہوم سیکرٹری نے بتایا کہ مسٹر بوس اس وقت برلن یا روم ہیں۔ اور ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے جرمنی اور اس کے ساتھیوں سے گٹھ جوڑ کر رہے ہیں۔ یہ امر یقینی ہے کہ وہ دشمن سے جا ملے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں کہ گورنمنٹ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں۔ ہوم سیکرٹری نے کہا کہ حکومت کے قبضہ میں کچھ اشتہار آئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے۔ کہ مسٹر بوس کی موجودگی میں برلن میں ایک سمجھوتہ ہوا۔ ایک اشتہار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہندوستان پر حملہ کی تجویز کی گئی۔ آج جنرل ویول ڈیفنس ممبر کی حیثیت سے پہلی بار کونسل کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ انہوں نے ابے سینیا۔ اریٹریا۔ شام اور ایران میں ہندوستانی فوجوں کے کارناموں کی تعریف کی۔

لنڈن ۱۰ نومبر۔ کل بحیرۂ روم میں برطانی بیڑے کو ایسی شاندار کامیابی ہوئی کہ ماٹاپان کی لڑائی کے بعد اب تک نہ ہوئی تھی۔ ماٹاپان کی لڑائی کی طرح یہ بھی رات کے وقت ہوئی۔ اس میں اٹلی کے دس مال لے جانے والے اور ایک جنگی جہاز غرق کر دیا گیا اور کئی کو نقصان پہونچایا گیا۔ ہمارے کسی جہاز کا نقصان نہیں ہوا۔ اس کارنامہ پر مسٹر چرچل نے بحری وزارت کو مبارکباد کا پیغام بھیجا۔ جس میں کہا۔ کہ یہ حملے ہٹلر کے ان منصوبوں کی راہ میں روک ثابت ہیں جو اس نے وادی نیل پر حملہ کے لئے باندھ رکھے ہیں۔

لنڈن ۹ نومبر۔ جرمنی میں نیشنل سوشلزم کے انقلاب کی اٹھارویں سالگرہ کی تقریب پر تقریر کرتے ہوئے ہٹلر نے کہا میں اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ روس پر حملہ کی وجہ یہ ہے۔ کہ روسی گورنمنٹ پر یہودیوں کا اقتدار ہے جو جرمنی پر حملہ کرانا چاہتے تھے۔ مسٹر چرچل نے پارلیمنٹ کے خفیہ اجلاس میں کہا تھا۔

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں!

کہ روس ایک سال کے اندر جرمنی پر حملہ کر دیگا ہم جب چاہیں لنین گراڈ پر قبضہ کر سکتے ہیں مگر ہمارا مقصد اس کی صنعتی اور فوجی طاقت کو ناکارہ بنانا ہے۔ جو ہم نے کر دیا ہے۔ ہم نے ایک کروڑ روسی فوج کو ناکارہ کر دیا اور تیس لاکھ ۶۰ ہزار روسیوں کو قیدی بنا لیا۔ پندرہ ہزار روسی جہاز تباہ کر دیئے ہیں۔ بائیس ہزار ٹینکوں اور بیس ہزار توپوں پر قبضہ کر لیا یا تباہ کر دیا۔ اس وقت تک ہم روس کے چھ لاکھ ۷۰ ہزار مربع میل علاقہ پر قابض ہو چکے ہیں۔ جرمنی کے ماتحت اس وقت ۲۲ کروڑ آدمی ہیں۔ مقبوضہ علاقہ سے ہمارا سلوک اچھا ہے۔ پھر بھی اگر کسی نے سر اٹھایا تو اسے کچل دیا جائے گا۔ جرمن فوج کبھی ہتھیار نہیں ڈال سکتی۔ سب سے آخر میدان میں وہی ہو گی۔ میں نے جرمن جہازوں کو حکم دیا ہے کہ امریکن جہازوں پر پہلے حملہ نہ کریں۔ صرف اپنی حفاظت کریں۔ مسٹر روز ویلٹ نے اپنی تقریر میں جو کچھ کہا غلط ہے۔ میرے لئے بہت سے کام ہیں۔ میں مذہبی پیغمبر بننا نہیں چاہتا۔ جرمنی میں چرچ کو نو سو ملین مارک سالانہ ایڈ دی جاتی ہے اور امریکہ میں ایک کوڑی بھی نہیں۔ میں روس کے ذرائع سے یورپ کو مالا مال کر دینا چاہتا ہوں۔ یہ جنگ کم سے کم ایک ہزار سال کے لئے یورپ کے مستقبل کا فیصلہ کر دے گی

لنڈن ۹ نومبر۔ ہٹلر نے اپنے اتحادی ممالک کی کانفرنس ویانا میں بلائی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس میں برطانیہ اور امریکہ سے صلح کی داغ بیل ڈالی جائے گی ربن ٹراپ نے اشارتاً کہہ بھی دیا ہے۔ کہ یہ دونوں ملک اگر چاہیں تو تسلی بخش شرائط پر صلح کر سکتے ہیں۔ صرف روس۔ چیکوسلواکیہ اور پولینڈ کا ساتھ چھوڑ دیں

سائیگان ۹ نومبر معلوم ہوا ہے۔ کہ گزشتہ شب مسٹر روز ویلٹ نے ٹیلیفون پر مسٹر چرچل سے اہم بات چیت کی۔ جس میں جاپان کے متعلق مشترکہ فیصلہ کیا گیا۔ طے ہوا ہے کہ جاپان کے متعلق متفقہ طور پر قدم اٹھایا جائے گا۔

انقرہ ۹ نومبر جرمن ہائی کمانڈ کا بیان ہے کہ ہٹلر نے اپنے جرنیلوں کو حکم دیا ہے کہ ماسکو پر آخری حملہ بول دیں۔ اور کسی نقصان کی پروا کئے بغیر چند روز کے اندر اندر ہی اسے ختم کر دیں۔ معلوم ہوا ہے کہ روسیوں نے شمالی محاذ پر نہر سٹالین کے ساتھ ساتھ ایک ڈیفنس لائن بنائی ہے۔ جس کی حفاظت کے لئے سائبیریا سے تازہ دم فوجیں بلائی جا رہی ہیں۔ جرمنوں کا دعوے ہے۔ کہ انہوں نے کریمیا کے شہر یالٹ پر قبضہ کر لیا ہے۔ مگر یہاں ڈیفنس کا کوئی انتظام نہ تھا اور کہ ان کی فوجیں خالی کئے گئے کرچ میں روسیوں کا تعاقب کر رہی ہیں۔

لنڈن ۹ نومبر۔ برطانی کمانڈر انچیف مارشل آرن سائڈ نے روسی جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ جرمن روسی فوجوں کو تباہ نہیں کر سکے۔ جنوب میں جرمنوں کی پیشقدمی البتہ تشویشناک ہے۔ مگر یاس انگیز نہیں۔ یورپ پر برطانی حملہ کی تجویز بہت غلط ہے۔ روس کو اس وقت سامان جنگ کی ضرورت ہے اور حملہ کی صورت میں ہم اسے کوئی مدد نہ دے سکیں گے۔

ماسکو ۹ نومبر۔ سوویٹ گورنمنٹ کے ایک اعلان میں کہا گیا ہے۔ کہ شروع جنگ سے اب تک ماسکو کی طیارہ شکن توپیں چار سو جرمن طیاروں کو تباہ کر چکی ہیں روسی طیاروں نے جو تباہ کئے۔ وہ اس سے علاوہ ہیں۔

واشنگٹن ۹ نومبر۔ یورپ کے شمالی ملکوں کے سفراء نے فن لینڈ سے اپیل کی ہے۔ کہ روس سے صلح کر لے۔ فن لینڈ کی ڈیموکریٹک پارٹی نے مطالبہ کیا ہے۔ کہ اس سوال پر غور کے لئے پارلیمنٹ کا ایک خفیہ اجلاس بلایا جائے۔ فن لینڈ کے صلح کرنے کی راہ میں ایک بڑی دقت یہ ہے۔ کہ اس وقت چار ڈویژن جرمن فوج وہاں پڑی ہے۔

قاہرہ ۹ نومبر ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے۔ کہ لیبیا کی سرحد پر جرمن حملے تیز ہو گئے ہیں۔ اور گشتی دستوں کی سرگرمیاں بڑھ گئی ہیں۔ چنانچہ ایک زبردست گشتی دستہ برطانی چوکی کے قریب آپہنچا۔

شیفیلڈ ۹ نومبر مسٹر چرچل نے یہاں ایک تقریر میں کہا۔ کہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ کب بگل بجے۔ اور جنگ ختم ہو جائے۔ ہمیں کئی بار مایوسیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ ہم سے کئی غلطیاں بھی ہوئیں۔ مگر آخر کامیاب ہوں گے۔ اب ہم اکیلے نہیں ہیں۔ اب امریکہ ہمارے ساتھ ہے اور سب خطرات سے بے نیاز ہو کر ہمیں سامان جنگ بھیجنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔

پٹیالہ ۹ نومبر۔ ڈیفنس آف انڈیا لیگ کے جلسہ میں مہاراجہ صاحب پٹیالہ نے جنگ میں سکھوں کی طرف سے غیر مشروط امداد کا اعلان کیا۔ آپ نے کہا سکھ پیدائشی سپاہی ہیں۔ اور ہمیشہ حق وانصاف کی خاطر قربان ہوتے آئے ہیں۔ یہ ان کی شان سے بعید ہے۔ کہ انعام کی خاطر لڑیں۔ جب ضرورت ہوگی۔ سکھ برطانیہ کی خاطر اپنا خون بہا دیں گے۔

دہلی ۹ نومبر۔ سنہ ۴۲-۱۹۴۱ء میں حکومت ہند کی کل آمد کا اندازہ ۱۰۸ ½ کروڑ کیا گیا ہے۔ جس میں ۱۲ کروڑ ریلوے کی آمد بھی شامل ہے۔ کل خرچ کا اندازہ ۱۱۵ کروڑ ہے۔ جس میں ۷۳ کروڑ ہندوستان کے دفاع کا خرچ ہے۔ گویا حکومت کو اس سال پونے ۷ کروڑ کا خسارہ ہوگا۔

ماسکو ۹ نومبر۔ آج مارشل واروشیلاف نے ایک تقریر براڈ کاسٹ کرتے ہوئے کہا۔ کہ یہ جنگ بہت لمبی ہوگی۔ ہٹلر نے روس کو تر نوالہ سمجھا تھا۔ مگر ماسکو کی روسی فوج بہت جلد اس کے حواس درست کر دے گی۔ اب اسے روس کی ایسی فوجوں سے پالا پڑنے والا ہے۔ کہ جس کا اسے وہم وگمان نہیں

پانامہ ۹ نومبر پانامہ گورنمنٹ نے جاپان کے تجارتی اداروں پر پابندیاں عائد کی تھیں۔ اس پر جاپان گورنمنٹ نے احتجاج کیا تھا۔ پانامہ گورنمنٹ نے سرکاری طور پر اعلان کیا ہے۔ کہ جاپان کے احتجاج کو ٹھکرا دیا

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی